بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء: مروجہ موزوں پر مسح کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کن موزوں پر مسح کرنا درست ہے؟

الف — جہاں تک چمڑے کے موزوں پر مسح کا تعلق ہے اس کے جواز پر تقریباً تمام ہی علمائے کرام کا اتفاق ہے۔

البتہ ''سوتی'' اور نائیلون وغیرہ کے موزوں پر مسح کے جائز ہونے کے بارے میں کچھ اختلاف ہے، بیشتر فقہاء اونی اور سوتی موزوں پر مسح جائز ہونے کے بارے میں کچھ شرائط رکھتے ہیں۔

لیکن دور حاضر کے ایک مشہور صاحب فکر و بصیرت فرماتے ہیں کہ ہر قسم کے موزوں پر کسی قید کے بغیر مسح کرنا درست ہے۔

ب۔۔فقہائے کرام نے جو شرائط موزوں پر مسح کے جائز ہونے کی رکھی ہیں، ان کے بارے میں مشہور مفکر فرماتے ہیں کہ:

میں نے اپنے امکانی حد تک یہ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان شرائط کا ماخذ کیا ہے؟ مگر سنت میں کوئی چیز نہ مل سکی۔

''سنت جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا ہے''۔نسائی کے سوا کتب سنن میں اور مسند احمد میں مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کیا اور ''**مسح علی الجوربین و النعلین**'' اپنی جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا، ابو داؤد کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، براء بن عازب رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابو امامہ رضی اللہ عنہ، سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ اور عمر بن حریث رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا، نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہ فعل مروی ہے، بلکہ بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے طحاوی نے اویس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے صرف جوتوں پر مسح فرمایا۔اس میں جرابوں کا ذکر نہیں ہے، اور یہ ہی عمل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

ان مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف جراب اور جرابیں پہنے ہوئے جوتے پر بھی مسح کرنا اسی طرح جائز ہے جس طرح چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا درست ہے، ان روایات میں کہیں یہ نہیں ملتا کہ نبی کریم ﷺ نے فقہاء کی تجویز کردہ شرائط میں سے کوئی شرط بیان فرمائی ہو اور نہ ہی یہ ذکر کسی جگہ ملتا ہے کہ جن جرابوں پر حضور ﷺ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسح فرمایا وہ کس چیز کی تھیں۔

اس لئے میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ فقہاء کی عائد کردہ ان شرائط کا کوئی ماخذ نہیں، اور فقہاء چونکہ شارع نہیں اس لئے ان کی شرطوں پر اگر کوئی عمل نہ کرے تو وہ گناہ گار نہ ہوگا، اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر قسم کے موزوں پر اطمینان کے ساتھ مسح کیا جا سکتا ہے چاہے وہ اونی ہوں یا سوتی، نائیلون کے ہوں یا کسی اور ریشے کے، چمڑے کے ہوں یا آئل کلاتھ کے اور ریگزین کے حد یہ کہ اگر پاؤں پر کپڑا لپیٹ کر بھی مسح کر لیا جائے تو اس پر بھی جائز ہے۔

ان مفکر کے علاوہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اپنی فتویٰ کی کتاب جلد دوم میں بھی یہ فتویٰ دیا ہے، اور حافظ ابن قیم اور علامہ ابن

حزم رحمہما اللہ کا بھی یہ ہی مسلک ہے کہ، کسی قید کے بغیر ہر قسم کے موزے پر مسح کیا جا سکتا ہے۔

آخر میں مستدعی ہوں کہ اپنے مصروف اوقات میں سے اس دینی مسئلہ کو حل فرما کر مرسل فرما دیں گے ،فتویٰ مدلل اور مفصل درکار ہے۔

آپ کے فتویٰ کا منتظر رہوں گا تا کہ اس الجھن سے نکل کر راہ راست پا سکوں۔

المنتظر الجواب

محمد طاہر غوری ،معرفت مدرسہ تعلیم النساء

چشتیاں ،ضلع بہاول نگر۔

الجواب باللّٰہ التوفیق

جس قسم کے سوتی ،اونی یا نائیلون کے موزے آج کل رائج ہیں ،ان پر مسح کرنا ائمہ مجتہدین میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں ،آپ کا خیال غلط ہے کہ اس مسئلے میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف ہے ،بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ایسے باریک موزوں کے بارے میں تمام ائمہ مجتہدین اس پر متفق ہیں کہ ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے ،چنانچہ ملک العلماء کاسانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

” فان کانا رقیقین یشفا الماء لا یجوز المسح علیهما بالاجماع “۔

”پس اگر موزے اتنے باریک ہوں کہ ان میں سے پانی چھن سکتا ہو تو ان پر بہ اجماع مسح جائز نہیں ہے“۔ **[بدائع الصنائع ،ص:۱۰ ،ج:۱]**

اور علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”ولایجوز المسح علی الجورب الرقیق من غزل او شعر بلا خوف ، ولو کان ثخینا یمشی معه فرسخا فصا عدا فعلی الخلاف “۔

[البحر الرائق ،ص:۱۹۲، ج:۱]

اس سے معلوم ہوا کہ جن موزوں میں ”ثخین“ کی شرائط نہ پائی جاتی ہوں ،یعنی ان میں پانی چھن جاتا ہو ،یا وہ سی چیز سے باندے بغیر محض اپنی موٹائی کی بناء پر کھڑے نہ رہ سکتے ہوں ،یا ان میں ایک کوس تک بغیر جوتے کے چلنا ممکن نہ ہو ان پر مسح کرنا کسی بھی مجتہد کے مذہب میں جائز نہیں ،ہاں جن موزوں میں یہ تین شرائط پائی جاتی ہوں ،ان پر مسح کے جواز وعدم جواز میں اختلاف ہے۔

جہاں تک جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا تعلق ہے ،انہوں نے بہت سے مسائل میں جمہور امت سے الگ راستہ اختیار کیا ہے ،یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ،جس میں انہوں نے جمہور فقہاء کی مخالفت کر کے سخت غلطی کی ہے ،آپ نے ان کے جو دلائل ذکر کئے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف نے مسئلے کی اصل حقیقت کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش ہی نہیں فرمائی۔آپ کے اطمینان کے لئے مسئلے کی حقیقت مختصراً عرض کی جاتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے سورہ مائدہ میں وضو کا جو طریقہ بیان فرمایا ہے اس میں پوری وضاحت کے ساتھ پاؤں کو دھونے کا حکم دیا ہے، نہ کہ ان پر مسح کرنے کا، لہٰذا قرآن کریم کی اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ وضو میں ہمیشہ پاؤں دھوئے جائیں، اور ان پر مسح کی صورت میں بھی جائز نہ ہو، یہاں تک کہ جب کسی شخص نے چمڑے کے موزے پہنے ہوئے ہوں اس وقت بھی مسح کی اجازت نہ ہو، لیکن چمڑے کے موزوں پر مسح کی جو اجازت باجماع امت دی گئی، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے موزوں پر مسح کرنا اور اس کی اجازت دینا آنحضرت سے ایسے تواتر کے ساتھ ثابت ہے جس کا انکار ممکن ہی نہیں، اگر **"مسح علی الخفین"** کے جواز پر دو تین ہی حدیثیں ہوتیں تب بھی ان کی بناء پر قرآن کریم کے صریح حکم میں کوئی تقیید درست نہ ہوتی، کیونکہ اخبار احاد سے قرآن کریم پہ زیادتی یا اس کا نسخ یا اس کی تقیید جائز نہیں ہوتی۔ لیکن چونکہ **"مسح علی الخفین"** کی احادیث معنیً متواترہ ہیں، اس لئے ان متواتر احادیث کی روشنی میں تمام امت کا اس پر اجماع منعقد ہوگیا کہ قرآن کریم کی آیت میں پاؤں دھونے کا حکم اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب انسان نے "خفین" یعنی چمڑے کے موزے نہ پہنے رکھے ہوں، چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"ماقلت بالمسح حتی جاء فی فیه ضوء النهار" [البحر الرائق، ص:۱۷۳، ج:۱]

''میں مسح علی الخفین کا اس وقت تک قائل نہیں ہوا جب تک میرے پاس روز روشن کی طرح اس کے دلائل نہیں پہنچ گئے''۔

چنانچہ **"مسح علی الخفین"** کا حکم اسی (۸۰) صحابہ کرام ﷺ نے روایت کیا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ **"فتح الباری"** میں لکھتے ہیں:

"وقد صرح جمع من الحفاظ بان المسح علی الکفین متواتر وجمع بعضهم روایة فجاوزوا الثمانین منهم العشرة".

''حفاظ کی ایک بڑی جماعت نے تصریح کی ہے کہ **"مسح علی الخفین"** کا حکم متواتر ہے، اور بعض حضرات نے اس کے روایت کرنے والے صحابہ کو جمع کیا تو وہ (۸۰) سے متجاوز تھے، جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں''۔ **[نیل الأوطار، ص:۱۷۶، ج:۱]**

اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أدرکت سبعین بدریا من الصحابة کلهم کانوا یرون المسح علی الخفین". [تلخیص الجبیر، ص:۱۵۸، ج:۱، وبدائع الصنائع، ص:۷، ج:۱]

اگر **"مسح علی الخفین"** کا حکم ایسے تواتر یا استفاضے کے ساتھ ثابت نہ ہوتا تو قرآن کریم نے پاؤں دھونے کا جو حکم دیا ہے اس میں کسی تخصیص یا تقیید کی گنجائش نہیں تھی، چنانچہ امام ابویوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"انما یجوز نسخ القرآن بالسنة اذا وردت کورود المسح علی الخفین فی الاستفاضة". [احکام القرآن للجصاص، ص:۴۲۵، ج:۲]

''سنت نبویہ سے قرآن کریم کے کسی حکم کو منسوخ (بمعنی مقید) کرنا اسی وقت جائز ہوسکتا ہے جب وہ سنت ایسے تواتر سے ثابت ہو جیسے **"مسح علی الخفین"** ثابت ہے''۔

خلاصہ یہ ہے کہ وضو میں پاؤں دھونے کا قرآنی حکم ایسی چیز نہیں ہے، جسے دو تین روایتوں کی بنیاد پر کسی خاص حالت کے ساتھ مخصوص کردیا جائے، بلکہ اسے لئے ایسا تواتر درکار ہے جیسا **"مسح علی الخفین"** کی احادیث کو حاصل ہے، اب ''خفین'' چمڑے کے موزوں کے بارے میں تو یہ تواتر موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان پر خود بھی مسح فرمایا اور دوسروں کو بھی اس کی اجازت دی، لیکن ''خفین'' کے سوا کسی چیز پر مسح کرنے کے بارے میں ایسا تواتر موجود نہیں ہے، اور ''خفین'' چونکہ عربی زبان میں صرف چمڑے کے موزوں کو کہتے ہیں، کپڑے کے موزوں کو ''خف'' نہیں کہا جاتا، اس لئے یہ اجازت صرف چمڑے ہی کے موزوں کے ساتھ مخصوص رہے گی، دوسرے موزوں کے بارے میں قرآن کرین کے اصلی حکم یعنی پاؤں دھونے پر ہی عمل ہوگا۔ ہاں اگر کپڑے کے موزے اتنے ثخین (موٹے) ہوں کہ وہ اپنی خصوصیات اور اوصاف میں چمڑے کے ہم پایہ ہوگئے ہوں، یعنی نہ تو ان میں پانی چھنتا ہو، نہ انہیں کھڑا رکھنے کے لئے کسی بیرونی سہارے کی ضرورت ہو اور ان کو پہن کر میل دو میل چل سکتے ہوں تو ایسے موزوں کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوگیا۔

بعض فقہاء نے فرمایا کہ چونکہ ایسے موزے چمڑے ہی کے معنی میں آگئے ہیں اس لئے ان پر بھی مسح کرنا جائز ہونا چاہیئے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ''چونکہ مسح کرنا تواتر کے ساتھ صرف ''خفین'' (چمڑے والے موزے) پر ہی ثابت ہے، اس لئے ان پر مسح کرنا درست نہیں، گویا موزے تین قسم کے ہوگئے۔

۱۔ چمڑے کے موزے جنہیں ''خفین'' کہا جاتا ہے، ان پر مسح باجماع جائز ہے۔

۲۔ وہ باریک موزے جو نہ چمڑے کے ہوں اور ان میں چمڑے کے اوصاف پائے جاتے ہوں، جیسے آج کل کے سوتی، اونی یا نائیلون کے موزے، ان کے بارے میں اجماع ہے کہ ان پر مسح جائز نہیں کیونکہ ایسے موزوں پر مسح کرنا ایسے دلائل سے ثابت نہیں جن کی بناء پر پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو چھوڑا جاسکے۔

۳۔ وہ موزے جو چمڑے کے تو نہیں ہیں، لیکن ان میں موٹے ہونے کی بناء پر اوصاف چمڑے ہی کے پائے جاتے ہیں، ان پر مسح کے جواز میں فقہاء اختلاف ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو موزے چمڑے جیسے نہ ہوں، ان پر مسح کے عدم جواز میں مجتہدین امت کا کوئی اختلاف نہیں، اور اس کی وجہ یہی ہے کہ پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جاسکتا جب تک کہ مسح کا حکم ایسے تواتر سے ثابت نہ ہوجائے جس تواتر سے **"مسح علی الخفین"** کا جواز ثابت ہے۔ لہٰذا فقہاء کرام نے کپڑے کے موزوں پر مسح کے لئے جو شرطیں لگائی ہیں وہ اپنی طرف سے نہیں لگائی، بلکہ ان موزوں میں چمڑے کے اوصاف کے تحقق کے لئے لگائی ہیں اور اس میں بھی اختلاف رہا ہے کہ ان شرائط کے تحقق کے بعد بھی ان پر مسح جائز ہے یا نہیں۔

حقیقت مسئلہ کی اس وضاحت کے بعد اب ان روایات کے دیکھئے جن میں جوربین (جورابوں) پر مسح کا ذکر آیا ہے، سارے ذخیرہ احادیث میں یہ کل تین حدیثیں ہیں، ایک حضرت بلال ﷺ سے مروی ہے، ایک حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے، اور ایک حضرت مغیرہ بن شعبہ ﷺ سے۔ حضرت بلال ﷺ کی حدیث معجم صغیر طبرانی میں، اور حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ کی ابن ماجہ اور بیہقی وغیرہ نے روایت کی ہے، لیکن حافظ زیلعی رحمہ اللہ نے ان دونوں کے بارے میں ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں سنداً ضعیف ہیں۔ [نصب الرایہ، ص:۱۸۳، ج:۱]

اور حضرت ابوموسیٰ ﷺ کی حدیث کے بارے میں تو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ:

" لیس بالمتصل ولا بالقوی ". [بذل المجهود، ص:۹۶، ج:۱]

لہٰذا یہ دونوں روایتیں تو خارج از بحث ہیں۔

اب صرف حضرت مغیرہ بن شعبہ ﷺ کی حدیث رہ جاتی ہے، اس کا معاملہ بھی یہ ہے کہ اگرچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو ''حسن صحیح'' کہا ہے، لیکن دوسرے جلیل القدر محدثین نے امام ترمذی رحمہ اللہ کے اس قول پر سخت تنقید کی ہے، امام ابوداؤد رحمہ اللہ اس حدیث کو روایت کرکے لکھتے ہیں:

" وكان عبدالرحمٰن بن مهدی لا يحدث بهذه الحديث لأن المعروف عن المغيرة ان النبی ﷺ مسح علی الخفين ". [بذل المجهود، :۹۶، ج:۱]

''حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی یہ حدیث بیان نہیں کیا کرتے تھے، کیونکہ حضرت مغیرہؓ سے جو معروف روایتیں ہیں وہ "**مسح علی الخفین**" کی ہیں، نہ کہ جوربین پر مسح کی''۔

امام نسائی سنن کبریٰ میں لکھتے ہیں:

" لا نعلم أحد اتابع أنه أبا قيس على هذه الرواية، والصحيح عن المغيرة أنه ﷺ مسح علی الخفين ". [نصب الراية، ص:۱۸۳، ج:۱]

''یہ روایت ابوقیس کے سوا کسی نے روایت نہیں کی، اور ہمارے علم میں کوئی اور راوی اس کی تائید نہیں کرتا، البتہ حضرت مغیرہ سے صحیح روایت مسح علی الخفین ہی کی ہے''۔

اس کے علاوہ امام مسلم، امام بیہقی، سفیان ثوری، امام احمد، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، اور دوسرے محدثین رحمہم اللہ نے اس روایت کو ابوقیس اور ہزیل بن شرحبیل دونوں کے ضعف کی بناء پر ضعیف قرار دیا ہے، اور علامہ نووی رحمہ اللہ شارح مسلم لکھتے ہیں کہ:

"كل واحد من هولاء لو انفرد قدم على الترمذ، مع الن الجرح مقدم على التعديل، واتفق الحفاظ على تضعيفه، ولا يقبل قل الترمذی أنه حسن صحيح ". [نصب الرايه بحواله بالا]

> ’’جن حضرات نے اس حدیث کوضعیف قرار دیا ہے اگر ان میں سے ہر ایک تنہا ہوتا تب بھی وہ امام ترمذی رحمہ اللہ پر مقدم ہوتا ، اس کے علاوہ یہ قاعدہ ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے ، اور حفاظ حدیث اس کی تضعیف پر متفق ہیں ، لہٰذا ترمذی رحمہ اللہ کا یہ قول کہ یہ ’’حسن صحیح‘‘ ہے قابل قبول نہیں‘‘۔

یہ ہے اس حدیث کی اسنادی حیثیت جسے مودودی صاحب نے اپنی دلیل میں پیش کیا ہے، آپ نے دیکھا کہ ول تو اکثر حفاظ حدیث کے نزدیک یہ حدیث ضعیف اور نا قابل استدلال ہے۔

دوسرے اگر بالفرض امام ترمذی کے قول کے مطابق اسے صحیح مان لیا جائے تو پورے ذخیرہ احادیث میں تنہا یہ ایک روایت ہوگی جس میں آنحضرت ﷺ کا جوربین پر مسح کرنا مذکور ہے۔

اب آپ غور فرمائیے کہ قرآن کریم نے پاؤں دھونے کا جو صریح حکم دیا ہے اسے صرف اس ایک روایت کی بناء پر کیسے چھوڑ دیا جائے ، جب کہ ائمہ حدیث نے اس پر شدید تنقید بھی ہے؟

آپ پیچھے دیکھ چکے ہیں کہ **"مسح علی الخفین"** کا حکم اس وقت ثابت ہوا جب اس کی احادیث تواتر کی حد تک پہنچ گئیں ، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر **’’مسح علی الخفین‘‘** کی احادیث اتنی کثرت کے ساتھ نہ ہوتیں تو پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو چھوڑنے کی گنجائش نہ تھی ، لیکن مسح علی الجوربین کی احادیث متواتر تو کیا ہوتیں ، پورے ذخیرہ حدیث میں اس کی صرف تین روایتیں ہیں ، ان میں سے دو تو بالاتفاق ضعیف ہیں اور ایک کو اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے ، صرف امام ترمذی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں ، ایسی روایات کی بناء پر قرآن کریم کے کسی حکم میں کوئی تخصیص یا قید پیدا نہیں کی جا سکتی ، چنانہ امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

> **" والاصل فيه انه قد ثبت ان مراد الآية الغسل على ما قدمنا ، فلو لم ترد الآثار المتواترة على النبى ﷺ فى امسح على الخفين لما اجزنا المسح ---------ولما لم ترد الآثار فى جواز المسح على الجوربين فى وزن ورودها فى المسح ، على الخفين ابقينا حكم الغسل على مراد الآية".** [احكام القرآن للجصاص، ج: ٢، ص: ٤٢٨]
>
> ’’مسئلے کی حقیقت یہ ہے کہ آیت کی اصلی مراد پاؤں دھونا ہے جیسے کہ پیچھے گذر چکا ہے ، لہٰذا اگر آنحضرت ﷺ سے **’’مسح علی الخفین‘‘** کی متواتر احادیث ثابت نہ ہوتیں تو ہم کبھی **’’مسح علی الخفین‘‘** کو جائز قرار نہ دیتے ....اور چونکہ جوربین (کپڑے کے موزوں) پر مسح کی احادیث اس وزنی طریقے سے مروی نہیں ہیں ، جس

وزنی طریقہ سے "مسح علی الخفین" کی احادیث مروی ہیں، اس لئے ہم نے وہاں آیت قرآنی کی اصل مراد یعنی پاؤں دھونے کے حکم کو برقرار رکھا ہے"۔

اب صرف یہ سوال رہ جاتا ہے کہ جن حضرات صحابہ کرامؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے جوربین پر مسح کیا یا اس کی اجازت دی تو ان کے اس عمل کی کیا وجہ تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے ان آثار میں کہیں بھی یہ صراحت نہیں ہے کہ جوربین کپڑے کے باریک موزے تھے، اور جب تک صراحت نہ ہو اس وقت تک ان آثار سے باریک موزوں پر مسح کا جواز کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟ چنانچہ مشہور اہل حدیث عالم شمس الحق صاحب عظیم آبادی لکھتے ہیں:

" ان الجورب يتخذ من الاديم وكذا من الصوف وكذا من القطن ويقال لكل من هذه انه جورب ، ومن المعلوم ان هذه الرخصه بهذا العموم لا تثبت الا بعد ان يثبت ان الجوربين الذين مسح عليهما النبی ﷺ كانا من صوف الخ". [عون المعبود، ص: ٦٢، ج: ١]

"یعنی جوربین کھال کے بھی ہوتے ہیں، اون کے بھی اور روئی کے بھی، اور ہر ایک کو جرب کہا جاتا ہے، اور ہر قسم کے موزے پر مسح کی اجازت اس وقت تک ثابت نہیں ہوسکتی جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ آپ ﷺ نے اون کے جوربین پر مسح فرمایا"۔

بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ ثابت ہے کہ:

"ان حضرات نے جن جوربین پر مسح فرمایا یا تو چمڑے کے تھے یا اپنی موٹائی کی وجہ سے چمڑے کے موزوں کی طرح تھے، اور ان میں چمڑے کے موزوں کی صفات پائی جاتی تھیں، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے:

" حدثنا هشيم قال أخبرنا يونس عن الحسن و شعبة عن قتادة عن سعيد بن المسيب و الحسن انهما قالا : يمسح على الجوربين اذا كانا صفيقتين". [مصنف ابن أبی شيبه، ص: ١٨٨، ج: ١]

"حضرت سعید بن میّب اور حضرت حسن بصری رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جرابوں پر مسح جائز ہے، بشرطیکہ وہ خوب موٹی ہوں، واضح رہے کہ ثوب صفیق اس کپڑے کو کہتے ہیں جو خوب مضبوط اور دبیز ہو ملاحظہ ہو قاموس اور مختار الصحاح وغیرہ"۔

حسن بصری اور حضرت سعید بن المسیب رحمہما اللہ دونوں جلیل القدر تابعین میں سے ہیں، اور انہوں نے صحابہ کرامؓ کا عمل دیکھ کر ہی یہ فتویٰ دیا ہے۔

لہٰذا ان حضرات کے عمل اور فتویٰ سے جو بات ثابت ہوئی وہ اس سے زائد نہیں کہ جو موزے موٹے ہونے کی بناء پر چمڑے کے اوصاف کے حامل ہوں، ان پر مسح جائز ہے، اور اس موٹائی کی وضاحت کے لئے میں نے وہ تین شرائط ذکر کی ہیں کہ:

ایک تو ان میں پانی نہ چھنے۔

دوسرے وہ کسی چیز سے باندھے بغیر اپنی موٹائی کی وجہ سے خود کھڑے رہیں۔

اور تیسرے یہ کہ ان کو پہن کر میل دو میل چلنا ممکن ہو۔

ایسے موزے چونکہ چمڑے کے اوصاف کے حامل ہوتے ہیں، اس لئے ان کو بھی اکثر فقہاء نے **"مسح علی الخفین"** کی احادیث کی دلالت النص اور مذکورہ آثار صحابہ کی بناء پر ''خفین'' کے حکم میں داخل کرلیا، چنانچہ علامہ ابن الہمام تحریر فرماتے ہیں:

" لا شک ان المسح علیا لخف علی خلاف القیاس ، فلا یصح الحاق غیرہ بہ، الا اذا کان بطریق الدلالۃ، و ھو أن یکون فی معناہ ، و معناہ الساتر لمحل الفرض الذی ھو بعد متابعۃ المشی فیہ فی السفر وغیرہ". [فتح القدیر ، ص:۱۰۹، ج:۱]

''اس میں کوئی شک نہیں کہ **"مسح علی الخفین"** کی مشروعیت خلاف قیاس ہوئی ہے، لہٰذا کسی دوسری چیز کو ان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، الا یہ کہ دلالۃ النص کے طریقے پر خفین کے معنی میں داخل ہو، اور خفین کے معنی ایک ایسے موزے کے ہیں جنہوں نے پاؤں کو بالکل ڈھانپ رکھا ہو اور ان میں سفر وغیرہ کے دوران مسلسل چلنا ممکن ہو''۔

لہٰذا فقہاء نے جوربین پر مسح کے لئے جو شرائط مقرر کی ہیں، ان کی یہ تعبیر بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے کہ حدیث میں مسح علی الجوربین کی اجازت مطلق تھی، اور انہوں نے اپنی طرف سے شرائط عائد کرکے اسے مقید کردیا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اصولی اعتبار سے پاؤں دھونے کے فریضے کو چھوڑ کر مسح کرنے کا حکم اس وقت ثابت نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس احادیث متواترہ موجود نہ ہوں، خفین میں چونکہ ایسی احادیث موجود تھیں، اس لئے وہاں مسح کی اجازت دیدی گئی، لیکن جوربین پر مسح کسی ایسی حدیث سے بھی ثابت نہیں جو متفق علیہ طور پر صحیح ہو، لہٰذا ان پر مسح کی اجازت نہیں دی جاسکتی تھی، الا یہ کہ وہ جوربین خفین کی صفات کے حامل ہوکر خفین کے حکم میں بدلالۃ النص داخل ہوجائیں، اور چونکہ صحابہ وتابعین سے ایسے ہی موزوں پر مسح ثابت تھا، اس لئے بیشتر فقہاء نے اس کی اجازت دی۔ اور ''خفین'' کی بنیادی صفات کو مذکورہ تین شرائط کے ذریعہ بیان کردیا۔ اور اس پر تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع منعقد ہوگیا۔

جہاں تک علامہ ابن حزم یا علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم رحمہم اللہ کا تعلق ہے، ان کا مقام بلند اپنی جگہ، لیکن انہوں نے بہت سے مسائل میں جمہور امت سے الگ راہ اختیار کی ہے جسے امت نے بحیثیت مجموعی قبول نہیں کیا، بالخصوص اس مسئلے میں تو انہوں نے اپنے مسلک پر کوئی دلیل بھی دی۔ لہٰذا پوری امت کے فقہاء، محدثین اور مجتہدین کے مقابلے میں صرف ان تین حضرات کی رائے پر

عمل کر کے پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو ترک کر دینا ایک سنگین جسارت ہے اور اس ''اجتہاد'' کا تو کوئی جواب ہی نہیں ہے کہ ''اگر پاؤں کپڑا لپیٹ کر بھی مسح کر لیا جائے تو اس پر بھی مسح جائز ہے''۔

سارے امت کے تمام فقہاء اور تمام محدثین اور تمام مجتہدین کے بارے میں تو یہ الزام ہے کہ ان کے اس قول کا کوئی ماخذ نہیں، حالانکہ ان کے ناقابلِ انکار دلائل آپ پیچھے دیکھ چکے ہیں اور دوسری طرف اپنا خود ''اجتہاد'' یہ ہے کہ بلاوجہ پاؤں پر کپڑا لپیٹ کر اس پر بھی مسح کیا جا سکتا ہے، کیا اس لایعنی حرکت کی خاطر پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو ترک کرنے کا بھی کوئی ماخذ ہے؟

آپ نے جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی جو عبارت نقل فرمائی ہے اس میں چونکہ جوتوں پر مسح کرنے کا بھی ذکر ہے، اس لئے اس کی حقیقت بھی آخر میں مختصراً عرض ہے۔

جوربین اگر موٹے ہوں تو ان پر مسح کرنے کے تو بعض فقہاء قائل بھی ہیں، لیکن جوتوں پر مسح کرنا تو کسی بھی امام کے مذہب میں جائز نہیں:

"لم یذھب أحد من الأئمة الی جواز المسح علی النعلین"۔

''ائمہ میں کوئی بھی جوتوں پر مسح کرنے کا قائل نہیں''۔ [معارف السنن، ص:۳۴۷، ج: ۱]

اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جوتوں پر مسح کرنا اس وقت ثابت ہے جب آپ ﷺ پہلے ہی باوضو ہوتے تھے، لیکن نئی نماز کے لئے تازہ وضو فرماتے تھے، ایسی حالت میں چونکہ وضو پہلے سے ہوتا تھا، اس لئے آپ ﷺ پاؤں دھونے کے بجائے اپنے جوتوں پر ہاتھ پھیر لیتے تھے، چنانچہ صحیح ابن خزیمہ میں روایت ہے:

"عن علی انه بکوز من ماء ثم توضأ وضوء خفیفا ومسح علی نعلیه، ثم قال ھکذا وضوء رسول اللّٰہ ﷺ للطاھر مالم یحدث"۔

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پانی کا ایک گلاس منگوایا، اور بہت مختصر وضو کیا اور اپنے جوتوں پر مسح کیا، پھر فرمایا طہارت کی حالت میں جب تک وضو نہ ٹوٹا ہو، آنحضرت ﷺ اسی طرح وضو فرمایا کرتے تھے''۔ **[صحیح ابن خزیمہ، ص:۱۰۰، ج:۱]**

اس وضاحت کے بعد ''جوتوں پر مسح'' ثابت کرنے والی روایات سے بے وضو آدمی کے لئے جوتوں پر مسح کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

لہٰذا

امت کے تمام مستند فقہاء و مجتہدین کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ باریک موزے جن سے پانی چھن جاتا ہو، یا وہ کسی چیز سے باندھے بغیر پنڈلی پر کھڑے نہ رہتے ہوں، یا ان میں میل دو میل چلنا ممکن نہ ہو، ان پر مسح جائز نہیں ہے اور نہ جوتوں پر مسح درست ہے، اور چونکہ ہمارے زمانے میں جو سوتی، اونی، نائیلون کے موزے رائج ہیں وہ باریک ہوتے ہیں، اور ان میں مذکورہ اوصاف

نہیں پائے جاتے، اس لئے ان پر مسح کسی حال میں جائز نہیں ہے، اور جو شخص ایسا کرے گا تو امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ بلکہ کسی بھی مجتہد کے مسلک میں اس کا وضو صحیح نہیں ہو گا، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

احقر بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ

فتاویٰ عثمانی، جلد: اول، ص: ۳۳۸ تا ۳۴۷۔